جناب مولانا سمیع الحق، مدیر الحق

اسلام میں عورت کا دائرہ کار اور حقوق

(آزادی اور بے حجابی کا مسئلہ)

کوئی ساڑھے گیارہ سال قبل سابق وزیر اعظم بھٹو نے کراچی کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے پردہ کو فرسودہ خیالات قرار دیا تھا اور بلوچستان میں عورتوں کو پردہ سے باہر آنے کی سرِعام دعوت دی تھی۔ اور اب پیپلز پارٹی نے عملاً بھٹوازم کی تکمیل کرتے ہوئے ابتدائی مرحلے میں عورت کو پارٹی لیڈر اور ملک کا وزیر اعظم بنا دیا ہے۔ اس وقت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس موضوع پر ایک ہمہ پہلو حاوی اور وقیع تحریر لکھی تھی جس میں مساواتِ مرد و زن، عورتوں کے حقوق، آزادی اور بے حجابی کا مسئلہ، عورتوں کی عصمت و احترام، پردہ کی اہمیت اور شرعی احکام، تہذیب مغرب کی یلغار اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے فرائض پر جامع بحث آگئی ہے۔ مسلمان قوم سے ایک عورت کی سربراہی کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم مضمون اپنے اقتضاء اور جامعیت کے لحاظ سے اس قدر واضح ہے کہ ضمناً عورت کی سربراہی اور موجودہ دور میں اس کے مضرات بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ افادیت عامہ کے پیش نظر نذرِ قارئین ہے۔ (ع ق ح)

یورپ کی غلامی میں آکر جب عالم اسلام کے ذہن و فکر اور تہذیب و اخلاق کو مغرب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور جن دینی علمی اور اخلاقی فتنوں نے اسلامی تہذیب و معاشرت پر یلغار کی اس میں سرفہرست ایک اہم فتنہ تحریک آزادیٔ نسواں اور مساواتِ مرد و زن ثابت ہوا، اسلام کے نظامِ ستر و حجاب اور عورتوں کے مقدس اور محترم مقام و منزلت اور اس پر مبنی ایک پاکیزہ خاندانی نظام کو تہ و بالا کرنے کیلئے مستشرقین یورپ، غیر مسلم مصنفین اور ہمارے ہاں کی یورپی تہذیب کو معیار حق و انصاف سمجھنے والے نام نہاد مصلحین اور ترقی پسندوں نے اس نظام کو نشانۂ تضحیک بنایا، مسلمانوں میں مغرب سے مرعوب اذہان نے مغرب کی لے میں لے ملائی کبھی تعدد ازدواج کی ہنسی اڑائی گئی، پردہ کو مشقِ تحقیق بنایا گیا اور کبھی مسلمان عورتوں کی مظلومیت اور قید و بند کا ماتم شروع کیا اس طرح مسلمان عورت کی ایک نہایت بھیانک قابلِ رحم تصویر بنا دی گئی، برصغیر کے عہدِ غلامی سے طرح طرح کی آوازیں اٹھتی رہیں قیام پاکستان کے بعد عورتوں کی بے پردگی اور بے حیائی میں زبردست اضافہ ہوا عورت کو اس کے مقام حیا و عفت سے ہٹانے کی مساعی ہوتی رہیں۔ مگر ایک دعوت اور تحریک کی شکل میں یہ کام بھی پچھلے دو ایک سال سے بڑی تیزی سے بڑھنے لگا۔ پچھلے سال کو خواتین کا عالمی سال کہا گیا۔ پاکستان بھی اس مہم میں پوری اقوام سے پیچھے نہ رہا یہاں تک کہ پاکستان کی اعلیٰ خواتین کے ایک وفد نے میکسیکو کی ایک تقریبِ خواتین میں شمولیت کی جس میں پیشہ ور عورتوں نے پیشہ کو قانونی حق دینے اور ایک عورت کو کئی مردوں سے شادی رچانے

جیسے مناسب بھی کئے گئے۔ قومی اسمبلی میں خواتین کے عالمی سال کے متعلق ایک قرارداد پیش کی گئی اور سال بھر آزادیٔ نسواں اور حقوقِ نسواں کی تائید میں تقریریں ہوتی رہیں۔ مگر اس مسئلہ کا نقطۂ عروج وہ تھا جب پاکستان کے محترم وزیرِاعظم نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرتِ مقدسہ سے متعلق کانگریس کی آخری تقریب کراچی کے استقبالیہ میں دنیا بھر کے مسلمان مفکرین کے سامنے پردہ کے بارہ میں اظہارِ خیال کیا اور یہ ہماری رائے میں اس کانگریس کا خاتمہ نہیں سوءِ خاتمہ تھا۔ جب آپ نے فرمایا کہ ہمیں اقتصادی مشکلات کی وجہ سے پردہ جیسے فرسودہ خیالات پر نظرِ ثانی کرنا ہوگی۔ پھر جناب وزیرِاعظم نے ایک اور عملی قدم اٹھاتے ہوئے بلوچستان کی ایک تقریب میں عورتوں کو پردے سے باہر آجانے کی دعوت دی فرمایا کہ یہ مساوات نہیں کہ عورتیں گھروں کی قید و قفس میں محصور رہیں، انہیں سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں سامنے آنا چاہیئے اور یہ فرسودہ روایات ہیں۔ یہ صرف ایک رائے اور اظہارِ خیال نہ تھا، بلکہ ایک مسلم اور غیور و جسور قوم کو کھلی دعوت تھی، اور یہ سطور لکھتے وقت اسلام آباد میں عورتوں کی حیثیت کے بارہ میں آر سی ڈی کے سیمینار میں صدرِ مملکت سمیت کئی اعیانِ سلطنت کے ایسے ہی خیالات اور پیغامات سامنے آرہے ہیں۔ پس جب قوم کھلے دل سے ایک اہم مسئلہ پر اپنے عمائدین کے ایسے خیالات سن رہی ہے، اسی طرح خدا و رسول کی مسئولیت اور ذمہ داریوں کے پیشِ نظر ہمیں کچھ گذارشات پیش کرنے کا حق ہے اور جب مسئلہ زیرِ بحث کا تعلق سیاسی نظریات اور سیاست سے نہیں ملک کی اخلاقی معاشرتی قدروں اور اسلام کے ایک مستقل نظامِ عصمت و عفت سے ہے تو ہر دردمند مسلمان کو قرآن و سنت کی روشنی میں اظہارِ خیال کا حق ملنا چاہیئے اور کھلے دل سے اسے سننا چاہیئے۔

اصولی طور پر پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا واقعی اسلام میں عورت کی حیثیت اور حقوق کے تعین کا مسئلہ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور کیا واقعی اسلام نے عورت کو اس کا جائز مقام نہیں دیا، اور یہ کہ اس بارہ میں دشمنانِ اسلام کا پروپگنڈہ واقعی صحیح ہے؟ اس بارہ میں ہمیں تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالنی ہوگی۔ اس بارہ میں کیا عرب اور کیا عجم اقوام و ادیانِ عالم کی تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب العلم بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسلام ہی وہ دینِ فطرت اور دینِ رحمت تھا جس نے عورت کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر اوجِ ثریا تک پہنچا دیا۔ ظہورِ اسلام سے قبل دنیا بھر کے اقوام و ملل اور انسانی رسوم و رواج میں عورت جس ظلم و ستم اور ابتذال و تحقیر کی حالت میں مبتلا تھی اُسے قرآن نے ایک اعجازی لفظ جاہلیت اولیٰ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ جاہلیت کیا تھی تاریخ شاہد ہے کہ اسے ایک مبتذل چیز سمجھا جاتا تھا جانوروں کی طرح اس کی خرید و فروخت عام بات تھی وہ کسی چیز کی مالک نہ سمجھی جاتی نہ وہ اپنے مال و متاع میں مردوں کی مرضی کے بغیر کوئی تصرف کر سکتی تھی نہ وہ کسی کی وراثت کی حقدار تھی نہ اسے کسی قسم کی وصیت کرنے کا اختیار تھا۔ اس کے قتل ہو جانے کی صورت میں دیۃ اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر نہ تھی نکاح میں اسکی مرضی تو بڑی بات ہے مرد جب چاہتا اسے پیشہ کرانے پر بھی مجبور کر سکتا تھا

عورت کے بارہ میں جاہل اقوام کے عجیب روح فرسا نظریات تھے، روم جیسے متمدن اقوام میں ایک عرصہ تک سرے سے یہ مسئلہ بھی محلِ نظر رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا صرف جانوروں کی طرح کوئی اور مخلوق۔ رومی ادوار میں اسے ایک نجس جانور قرار دیکر فیصلہ کیا گیا کہ اسے بات چیت کرنے کا بھی حق نہیں، باؤلے کتے یا اونٹ کی طرح اسکے منہ پر غلاف باندھا جائے گا۔ مغربی اقوام میں ایک رائے یہ بھی تھی کہ عورت ذی روح ہی نہیں اس بارہ میں یہ بھی اختلاف تھا کہ عورت عبادت، اور بندگی کی اہلیّت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ بعض اقوام میں شودروں کی طرح عورتوں کے پورے طبقہ کو مقدس مذہبی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کی قانونی ممانعت تھی۔ اس طرح ادائیگی عبادات کی بھی، کئی قبائل اور اقوام بلکہ خود ساختہ ادیان میں والد کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنی بیٹیاں بیچ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض عرب قبائل میں اسے بیٹی کو زندہ درگور کر دینے کا "سماجی حق" حاصل تھا۔ اور یہ کوئی معیوب بات نہ سمجھی جاتی۔

دوسری طرف اس جاہلی دور میں جسے جاہلیتِ اولیٰ اور تبرّج جاہلیّت میں اشارہ کیا گیا ہے، عورت کو محض ایک آلۂ تعیش اور ذریعۂ استلذاذ بنا کر رکھ دیا گیا تھا اس کی حیثیت مردوں کی ایک شاملات ایک وقف اور ایک مشترکہ قومی ملکیت کی تھی کہ وہ مردوں کے مفادِ عامہ کی ایک مخلوق اور تفریح طبع کا ایک سامان ہے۔ اس کا فریضہ ہے کہ غلاموں کی مانند مردوں کے آرام و راحت میں لگی رہے، اور نت نئی اداؤں، عشوہ طرازیوں اور نمود و نمائش کے نئے نئے طریقوں سے مردوں کو سامانِ تسکین فراہم کرتی رہے، کئی جاہلانہ رسومات میں عورت کئی مردوں کی مشترکہ متاعِ نشاط بن سکتی تھی۔ شوہر کے ہوتے ہوئے اس کا عاشق بھی برابر کا حقدار سمجھا جاتا اور ایک مرد بلالحاظ عدل و انصاف اور بلالحاظ تعداد جتنی بھی چاہیے عورتوں کو نکاح یا تمتع میں رکھ سکتا تھا۔

اب اسلام نے آکر ایک طرف تو اس ضعیف و ناتواں جسم سے ظلم و استبداد کی ساری بیڑیاں توڑ ڈالیں، اسے مقامِ انسانیت میں مردوں کے ہمسر قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ ــــ حضورؐ نے فرمایا عورتیں مردوں کا جڑواں نصف ہیں۔ پھر نہ صرف خطاباتِ خداوندی کا مکلف اور مخاطب بنایا بلکہ یہ کہ عبادات کی اہلیّت رکھتی ہے اور احکام دین کی تعمیل و امتثال میں اجر و ثواب، اور قدر و منزلت کے اعتبار سے مردوں سے بھی سبقت لے سکتی ہے ــــ ولیس الذکر کالانثیٰ ــــ قرآن کریم نے اگر عبدیت و عبادت میں بلاتفریق اگر مردوں کو مسلمین، مؤمنین، قانتین، صادقین، صبرین، خاشعین، متصدقین، صائمین، حافظین، ذاکرین کے خطابات دئے تو اس کے ساتھ ہی عورتوں کو بھی مسلمات، مؤمنات، قانتات، صادقات، صابرات، خاشعات، متصدقات، صائمات، حافظات اور ذاکرات کے تمغوں سے نوازا اور بلا امتیاز ایسے دونوں طبقوں کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دی۔ فوزِ عظیم جناتِ خلد اور رضوان و خوشنودی کی بشارت دونوں فریقوں کو دیتے ہوئے کہا گیا : وعد اللّٰہ المومنین والمؤمنات جنّاتٍ (الی قولہ) ذلک ھو الفوز العظیم ۔ اسلام نے نہ صرف اس کا حق ملکیت تسلیم کیا بلکہ

مال و دولت میں ہر طرح جائز عقد و تصرف، بیع شراء، اجارہ، عاریت، صدقہ اور ہبہ وغیرہ تصرفات کا اختیار دیا گیا اسے وصیت کرنے کا حق دیا میراث کا اسے مستحق قرار دیا۔ فرمایا: وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون عورتوں کا والدین اور رشتہ داروں کی وراثت میں حصہ ہے ـــ دیۃ اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر ہے۔ انہیں قتل کرنا تو بڑی بات مارنا پیٹنا بھی ممنوع ہے۔ ان کی پاکدامنی اور عفت پر غلط انگلی اٹھانے والے اور تہمت لگانے والے دنیا اور آخرت میں لعنت کے سزاوار ہیں اور انہیں عذاب عظیم کی وعید ہے۔ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولہم عذاب عظیم ـــ الآیہ۔ اگر چاہے تو اپنے شوہر کے غلط بہتان پر اس سے لعان کر سکتی ہے اور اس سے الگ ہو سکتی ہے۔ شریعت نے پاکدامن خواتین کی بہتان تراشی کی سخت سزا حد قذف مقرر کر دی ہے۔ الغرض وہ ہر طرح اپنے جائز حقوق کا دفاع کر سکتی ہے۔ اسلام نے اس کی انفرادی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ہر ناجائز بندش توڑ دی ہے۔ نکاح میں اسے اپنی مرضی اور اختیار کا حق دیا گیا کہ جسے چاہے قبول کرے، چاہے مسترد کر دے۔ پھر اسلام نے نکاح کی حدود بھی متعین کر دیں کہ وہ مالکیت اور مملوکیت کا رشتہ نہیں زوجین کے باہمی تعلق اور ربط کا نام ہے اس عقد سے وہ مرد کی غلام نہیں بن جاتی، بلکہ یہ ایک ایسی تمدنی اور معاشرتی ضرورت ہے جس کے مرد اور عورت دونوں محتاج ہیں۔ اور یہ دونوں کے فطری تقاضوں کی تکمیل ہے۔ البتہ فریقین کی تخلیق اور فطری ضرورتوں سے شوہر کو اس پر ایک گونہ برتری حاصل ہے۔ وللرجال علیہن درجۃ ـــ اور ـــ الرجال قوامون علی النساء۔ کہ اس میں عورت ہی کا تحفظ اور بھلائی ہے۔ اور اس ادنیٰ برتری کے صلہ میں بھی مرد کو مہر کا پابند بنا دیا گیا ہے، نہ صرف یہ بلکہ اس کی تمام ضروریات زندگی نان و نفقہ اور لباس و سکونت کا بھی ذمہ دار مرد ہی ہے۔ خواہ عورت کتنی بڑی مالدار اور ذی استطاعت کیوں نہ ہو مرد طرح طرح کی مشقتیں اٹھا کر اس کی اور اس کی اولاد کی ضروریات کی کفالت کا پابند ہے۔ اس کے علاوہ بھی مرد کو ہر قسم کے حسن سلوک کی تلقین کی گئی۔ فرمایا: وعاشروھن بالمعروف۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی سے بہتر ہے۔

حقوق والدین کی وصیت کی گئی تو بار بار ماں کے بارہ میں زیادہ تاکید کی گئی فرمایا جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، فرمایا جو شخص لڑکیوں کی کفالت کرے گا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو گی۔ فرمایا جو شخص دو بیٹیوں کی بلوغت تک نگہداشت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ اتنا قریب ہو گا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں قریب ہوتی ہیں۔ فرمایا ما اکرم النساء الا کریم ولا اھانھن الا لئیم۔ عورتوں کی عزت و تکریم شرفاء کا اور ان کی اہانت و تحقیر رذیلوں کا شیوہ ہے۔

اسی طرح تعدد ازدواج میں جاہلیت کی غیر محدود تعداد اور مردوں کی کھلی چھٹی کو چار تک محدود کر دیا گیا اور یہ بھی اس شرط سے کہ جب عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔ اب مرد استطاعت مالی کے باوجود بھی چاہے تو چار سے

زیادہ شادیاں نہیں کر سکے گا۔ اس طرح طلاق میں بے تحاشا اسراف اور دھاندلی کا سلسلہ تھا۔ اس اسراف اور ابتذال کو روکنے کے لئے مرد پر طرح طرح کے قدغن لگائے گئے۔ فرمایا: فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً۔ ان کے ساتھ نیکی کی معاشرت کرو۔ اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تب بھی، تم کسی چیز کو ناپسند کرو گے اور خدا اس میں بہت بھلائی رکھ دے گا۔ پھر رجوع کی شکل میں اس مبغوض الی اللہ عمل کی تلافی کا موقعہ بھی مردوں کو دیا گیا۔ اسلام سے قبل بیواؤں کی حالت نہایت قابلِ رحم تھی اسلام نے نہ صرف عقدِ بیوگان کو جائز قرار دیا بلکہ حضور اقدسؐ نے اپنے پہلے نکاح میں عملی نمونہ پیش فرمایا۔ اور بیواؤں کی مشکل حل کر دی گئی۔ عورت کو یہ حق بھی اسلام نے بخشدیا کہ وہ نکاح کی شکل میں اس باہمی معاہدہ کو بامرِ مجبوری اور نامساعد حالات میں فریقین کی مرضی سے فسخ اور تنسیخ بھی کر سکتی ہے۔ الغرض دنیا کا کوئی دستور و نظام اور رسم و رواج ایسا نہیں جس نے عورت کو وہ مقام دیا ہو جو اسلام نے دیا۔

اسی طرح عورت کی اُس بے کسی کا معاملہ ہے جسے قرآن نے جاہلیت اولیٰ سے تعبیر کیا ہے جس میں عورت ایک بازیچۂ اطفال اور کھلونا بن کر رہ گئی تھی۔ اور اس وجہ سے یہ صورتحال خانگی اور تمدنی زندگی کے درہم برہم ہو جانے اور معاشرہ کی تباہی کا موجب بن رہی تھی۔ اسلام نے ان حالات کو اس طرح ختم کر دیا کہ مرد کی دست درازیوں اور شیطان صفت انسان نما درندوں سے اسکی حفاظت کے تمام وہ طریقے اختیار فرمائے جو عورت کو اس کی حیثیت اور مقام سے ہٹانے والے تھے خواہ وہ عملی وجوہات تھے یا نظریاتی یا پھر تصوراتی ہی کیوں نہ تھے۔ اسلام نے اسے حفاظت کے قابل ایک بیش بہا خزانہ ایک قیمتی اور انمول موتی اور ایک نازک آبگینہ قرار دیا۔

حضورؐ نے فرمایا: ان المرأة عورة مستورة (فی روایة خدرة مخدرة) فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔ بلاشبہ عورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکل جاتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔ کہ اب کسی کو دام میں پھنساؤں گا۔"

مردوں کو انہیں بُری نگاہ اٹھانے سے بھی روکتے ہوئے غضِ بصر کا حکم دیا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: زناء العین النظر۔ نگاہ بازی آنکھ کا زنا ہے کہ جیسی نگاہ ہو ویسے اُس کے اثرات ہوتے ہیں

مگر آج کا یہ دورِ آزادئ نسواں اور حقوق اور مساوات کے نام سے اس مقدس اور محترم صنفِ نازک کو دوبارہ اُسی جاہلیت اولیٰ کی طرف لوٹانے کی سعی مذموم کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی یہ شرافت مآب دولت اور قیمتی خزانہ پھر ایک بار گھر کی دہلیز سے نکل کر سرِ بازار تماشائے عالم بن جائے۔ رونقِ خانہ بننے کی بجائے شمعِ محفل ہو، آلات صنائع اور حقیر سے حقیر مصنوعات کی تشہیر کا ذریعہ بن جائے وہ سیرگاہوں، پارکوں، ہوٹلوں، کلبوں، جلسوں، جلوسوں، اسمبلیوں اور عدالتوں، کارخانوں اور فیکٹریوں، تھئیٹروں اور سینماؤں، سرکسوں اور میلوں میں اور سیاست کی اسٹیج پہ چھلکتی ہوئی

رسوا ہوتی ہوئی، مشقتیں اور مصیبتیں اٹھاتی ہوئی مردوں کی نشاطِ طبع کا سامان بن جائے اور یہ وہی فاسقانہ تبرج، جاہلیت اولیٰ (جاہلیت کی نمود و نمائش) ہے جو اس آبگینۂ عصمت و حیاء کو سر بازار پاش پاش کرنا چاہتی ہے۔ یہ دعوت و تحریک، اسے مرد کا کھلونا اور لعبتہ لاعبین۔ بنانے کی دعوت ہے۔ یہ دعوت درحقیقت عورت کی آزادی کی نہیں اسے پھر سے غلام اور بے بس بنا دینے کی دعوت ہے۔ اور جاہلیت کی وہی شکل ہے جسے اسلام نے تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس صورتحال کا جاہلیت ماضی سے موازنہ کیجئے تب حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کی قدر و قیمت معلوم ہو سکے گی، فرمایا اس عظیم مصلح اور مفکر اور سیاستدان اسلام نے: انما تنقض عری الاسلام عروۃً عروۃً اذ نشأ فی الاسلام من لم یعرف الجاھلیۃ۔ جو شخص اسلام میں رہتے ہوئے جاہلیت کے طور طریقوں سے ناواقف ہے اس سے خطرہ ہے کہ وہ اسلام کو ایک ایک کڑی کر کے توڑ بیٹھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو کیسے اس جاہلیت اولیٰ کی ظلمتوں سے نکال کر نور کے اجالا میں کھڑا کر دیا۔ اسلام نے عورتوں کے حقوق کی رعایت و نگہداشت، عصمت و عفت کی حفاظت تہذیب و تربیت کا ایک ایسا مستقل نظام پیش فرمایا جو اصول و جزئیات، جلی اور خفی، علمی اور نظری، عملی اور خیالی، تمام گوشوں پر ایسا حاوی ہے کہ اس نظام عصمت پر فحشاء اور فواحش کا سایہ تک بھی نہیں پڑ سکتا۔ دواعی اور اسباب فحاشی کو بھی فواحش کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ خیال اور تصور کی لامحدود وسعتوں کو بھی عصمت و عفت کے دوائر میں محدود و محصور کر دیا گیا ہے۔ اس نظام میں حالات و مصالح، علل و بواعث اور جبلی اور فطری تقاضوں کی ہر طرح رعایت رکھی گئی ہے جس کے بغیر نہ سیاست مدنیہ درست ہو سکتی ہے نہ تہذیب اخلاق ممکن ہے نہ تدبیر منزل کارگر ہو سکتی ہے۔ اور جس کے بغیر ایک پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر، اخلاقی قدروں کی حفاظت خاندانی نظام کا قیام و استحکام اور تہذیب و تمدن کا کوئی مثالی نمونہ قائم کرنا قطعی ناممکن ہے۔ آیئے ہم اس سلسلہ میں قرآن و سنت پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ مرد و زن کا خالق حکیم خداوند کریم اور بنی نوع انسان کے رحمت مجسم نبی الرحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری رہنمائی کس طرح فرمائی ہے۔ اس کے بعد ایک انصاف پسند اور جویائے حق طبیعت خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ خدا اور رسول کا منشاء کیا ہے؟ ارشاد ربانی ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ — اور گھروں میں ٹھہری رہو اور پچھلی جاہلیت کی زینت اور نمائش ترک کر دو۔

جتنے پردے پابندی ہو ... کی کہ وہ ایسے لباس میں رہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ اور عضو نہ کھلے اور نہ مخفی محاسن کی نمائش ہو فرمایا:

ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ — اپنے سینوں اور گریبانوں پر دوپٹوں کا آنچل مارلیں۔

دوسری جگہ ازواج مطہرات، بنات اطہار اور تمام مسلمان خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یدنین علیھن من جلابیبھن — وہ لمبی لمبی چادریں اپنے اوپر ڈھانک لیں۔

مفسرین نے جلباب کی تفسیر میں لکھا ہے:

هو الرداء فوق الخمار۔ جلباب دوپٹہ کے اوپر اوڑھنے والی لمبی چادر کا نام ہے۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں: تغطی ثغرۃ نحرها بجلبابها تدنيه عليها۔ وہ اپنے سینہ کو اوپر تک ڈھانک لیتی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: الذی یستر من فوق الی اسفل۔ وہ کپڑا جو اوپر سے نیچے تک ڈھانپ لے۔

اس آیت کا مفہوم صحابیات نے یہی سمجھ لیا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں انصاری عورتوں پر خدا رحم کرے کہ انہوں نے حکم حجاب سنکر بڑی چادروں کو پھاڑ کر اپنے اوپر لپیٹ لیا۔ شققن مروطهن فاعتجرن منها۔ اب اگر دینی اور دنیوی ضرورت کی وجہ انہیں باہر نکلنا بھی پڑ جاتا تو بقول حافظ ابن حجرؒ۔ فهن كن يحججن ويطفن وهن مستترات الابدان۔

حضورؐ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات حج اور طواف بھی کرتیں تو اپنے جسموں کو ڈھانپے ہوئے ہوتیں — ایک اور موقعہ پر جسم کی تمام زینتوں کو چھپائے رکھنے کے لئے مزید تاکیدی حکم دیا گیا۔ فرمایا:

قل للمومنين يغضضن من ابصارهن	مومنات کو حکم دو کہ نگاہیں نیچی رکھیں شرمگاہوں
ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن	کی حفاظت کریں، اپنے بناؤ سنگھار کو نہ کھولیں مگر
الا ما ظهر منها۔ (الآیۃ)	یہ کہ بمجبوری اور بلاقصد خود ظاہر ہو جائے۔ اس پردہ
	اس میں گرفت نہیں۔

اس پردہ اور حجاب کا مزید واضح اور غیر مبہم حکم ان الفاظ میں دیا گیا:

واذا سألتموهن متاعًا فاسئلوهن من وراء حجاب۔ بغیر ضرورت کے پردہ کے پاس بھی مت آؤ۔ اگر بمجبوری کوئی ضرورت پڑ جائے تو گھر میں جھانکنے اور داخل ہونے کی بجائے پس پردہ مانگ لیا کرو۔ گویا گفتگو بھی پس پردہ ہوگی اور ضرورت بھی بڑے بڑے معاملات تجارتی لین دین کی نہیں دکانوں اور سٹوروں میں ماڈل گرل بن کر تجارت کے سودے چکانے کی نہیں نہ پانھوں پر اور کرسیوں سے باہر ڈگڈگی بجا بجا کر لوگوں کو کھینچنے کی نہیں بلکہ صرف کوئی معمولی چھوٹی موٹی چیز جیسے لفظ متاعًا میں اشارہ کر دیا

اس آیت حجاب کا مقصد واضح ہے کہ اجنبیوں کے لئے نہ صرف عورت کا عام جسم بلکہ اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں بھی حجاب کے حکم میں شامل ہیں۔ بعض روایات میں آیت بالا کے استثناء۔ الا ما ظهر منها۔ کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ اس جملہ سے چہرہ ہاتھ اور پاؤں مستثنیٰ کر دئے گئے کہ عورت ان اعضاء کے چھپانے کی پابند نہیں ایسی روایات کو مخالفین پردہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں بے پردگی کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے، حالانکہ یہ ناسمجھی ہے یا جان بوجھ کر دجل و تلبیس سے کام لیتے ہوئے مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ لوگ ان تمام روایات و نصوص کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن میں ہاتھ پاؤں اور چہرہ کے ڈھانپنے کا صریح حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ درحقیقت دونوں قسم

کی روایات میں کوئی تعارض نہیں دونوں اپنے اپنے دائرہ میں واجب العمل ہیں۔ ایک کا دائرہ ستر اور دوسرے کا حجاب ہے۔ ایک ہے ستر عورت اور ایک ہے حجاب یعنی مردوں سے پردہ کرنا ستر عورت مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرض ہے۔ مرد کے جسم کا ستر ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے یعنی یہ حصہ جسم کا کسی کے سامنے نہیں کھولے گا۔ جسم کا اس کے علاوہ حصہ ستر سے خارج ہے۔ اور عورت کے جسم کا ستر والا حصہ اتنا نہیں بلکہ گردن سے لیکر سینہ، پیٹ، پیٹھ، رانیں، ٹانگیں بمعہ ٹخنوں اور گٹے تک چھپائے رکھنا فرض ہے جس طرح مرد جسم کا حصہ ستر، نہ گھر میں کسی کے سامنے کھولے گا نہ باہر، خواہ اس کا والد بھائی بیٹا کیوں نہ ہوں، اسی طرح عورت اپنے جسم کا مذکورہ سارا حصہ اپنے گھر میں محارم سے بھی چھپائے رکھے گی، البتہ چہرہ ہاتھ اور پاؤں کا چھپانا باپ بھائی بیٹے اور محارم سے چھپانا ضروری نہیں، اگر ان تین اعضاء کے علاوہ اکیلے میں بھی نماز کے دوران چوتھائی حصہ جسم کا کھل گیا یا مرد کے حصہ ستر کا ایک چوتھائی بھی کھل گیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ یہ وہ حقیقی ستر ہے جو بذاتہ مردوں عورتوں پر یکساں لازم ہے۔ فرق ہے تو جسم کی حدود میں۔ اور جس طرح مرد اپنے ہم جنس مردوں سے بھی حصہ ستر چھپانے کا پابند ہے اسی طرح عورت اپنی ہی ہم صنف عورتوں سے بھی سوائے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے باقی سارا جسم چھپائے رکھے گی، یہاں تک کہ بلا ضرورت تنہائی میں بھی مرد یا عورت کو ستر کے حصے کھولنا مکروہ ہے۔ اور ایک حجاب یعنی تمام اجنبی مردوں سے پردہ جو صرف عورتوں پر لازم ہے، مردوں پر نہیں اس میں سر سے پاؤں تک بشمول چہرہ سارا حصہ ڈھانپنا ضروری ہے، حجاب اور ستر کے مختلف دائروں کو خلط ملط کرکے بے پردگی کا جواز نکالنے والے عموماً دھوکہ دیتے ہیں، اگر چہرہ اور ہاتھ پاؤں ستر نہ ہوتے تو پس پردہ گفتگو یعنی من وراء حجاب، کے قید لگانے کی ضرورت نہ ہوتی نہ ادناء جلابیب یعنی سر سے پاؤں تک لمبی چادر اوڑھنے کی۔ پس اگر بعض روایات میں کچھ مستثنیات ہیں تو ستر کے متعلق ہیں نہ کہ حجاب میں جسے ہمارے ہاں عرف عام میں پردہ کہا جاتا ہے ـــــ۔

اسی طرح آیت استیذان میں مردوں پر لازم کیا گیا کہ کسی بھی گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں۔ اور اگر پس پردہ کبھی مجبوراً کسی نامحرم سے گفتگو کی نوبت آبھی جائے تو ہدایت کی گئی کہ سریلی آواز اور نرم و نازک لہجہ میں عورت گفتگو نہ کرے۔ بلکہ شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے روکھے پھیکے طرز میں ضروری جواب دیدے۔ تاکہ کسی بدنیت اور خبیث الطبع شخص کے دل میں فتور نہ آجائے۔ فلا تخضعن بالقول فيطمع الذى فى قلبه مرض وقلن قولاً معروفا۔ الآیۃ۔

واویلا ہے کہ اس طرح تو عورت ایک قیدی کی طرح قفس میں محصور ہو کر رہ جاتی ہے کہ اس کے لئے گھر سے باہر قدم رکھنا بھی جرم ہے۔ حالانکہ آیات و نصوص اور روایات۔ ممانعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت کسی دینی یا دنیوی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے بھی باہر نہیں نکل سکتی۔ وہ بلاشبہ دینی و دنیوی ضروریات کیلئے باہر نکل سکتی ہے۔ حج و

زیارت کے لئے ، عبادات کیلئے ، تعزیت اور تیمارداری کیلئے ، والدین اور قرابتداروں سے ملاقات کے لئے ، علاج معالجہ کے لئے جاسکتی ہے ۔ مگر اس کا یہ جانا کئی شرائط اور تقییدات کے ساتھ ہوگا ۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت بلاضرورت باہر نہ نکلے اور اس لئے طرح طرح سے خروج کی حوصلہ شکنی کی گئی کہ یہ نقل و حرکت کم سے کم رہ جائے اور جب خروج کی نوبت آ بھی جائے تو یہ چیز عریانی ، بے پردگی محاسن و نمائش کی تشہیر اور جذبات بھڑکانے کا ذریعہ نہ بنے اور اس کی چال میں ، ڈھال میں ، لباس اور گفتار میں فحاشی کا کوئی داعیہ اور عنصر شامل نہ ہو ۔ یہ خروج شرائط کے ایک دائرہ میں محصور ہے ۔ مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی غضِ بصر کا حکم دیا گیا ۔ اسے سفر کی ضرورت پڑے تو خواہ یہ سفر ، سفرِ حج ، ہی کیوں نہ ہو جس کی ادائیگی ایک فریضہ ہے ۔ وہ باپ ، بیٹے ، بھائی ، شوہر اور محارم کے بغیر نہیں جا سکتی ۔ جب عبادت کے سفر کا یہ حال ہے تو عادت اور سیاحت کے اسفار میں اکیلے جانا جائز ہوگا ۔ جو لوگ عورتوں کی قید کا رونا رو کر عورتوں کے دیس دیس کی سیاحت اور تنہا گھومنے پھرنے کا راستہ کھولنا چاہتے ہیں ان پر ایک اخبار کے اصلاحی کالم میں ایک گمنام خاتون نے بہت سادہ الفاظ میں اس طرح طنز کی ہے کہ خدارا ہمیں ان فقیرنیوں کی طرح نہ بنائیں جو ننگے سر ننگے پاؤں ننگے جسم کے ساتھ سامانِ سفر کا تھیلا پیٹھ پر لادے ہوئے ، بھیک مانگتے ہوئے فٹ پاتھوں اور سڑکوں پر گھوم پھر رہی ہیں ۔ ـــــ یہی خروج ، تبرجِ جاہلیت نہیں تو اور کیا ہے ۔ ٹیڈی باریک اور چست لباس پہن کر یا منی سکرٹ پہن کر سڑکوں پر آوارہ گردی کرنا اس خروج کی اجازت اگر اسلام سے مطلوب ہے تو اسلام ایسی کاسیات عاریات (برائے نام لباس والی مگر درحقیقت ننگی) پر لعنت بھیجتا ہے اور انہیں عذابِ جہنم کی وعید سناتا ہے ۔

یہی حال حج کے علاوہ نماز باجماعت کا ہے جو افضل ترین عبادات میں سے ہے ۔ صحابیاتؓ کی خواہش ہوتی کہ جماعت میں شریک ہوں ، مسجد نبوی کی نماز اور حضورِ اقدس ؐ کی اقتداء میں باجماعت نماز ، کہ ساری متاعِ کائنات اس کے سامنے ہیچ ، اس سے بڑھ کر سعادت کیا ہو سکتی ہے ـــــ نفسی اجازت تو دی گئی مگر یہاں بھی قیودات کے ساتھ کہ ماحول اور زمانہ فساد کا نہ ہو عورت کی عزت اور عصمت خطرہ میں نہ ہو ۔ اور خواتین سر سے پاؤں تک ڈھکی چھپی ہوں ۔ جس کی طرف "متلفعاتٍ بمروطھن" میں بھی اشارہ ہے ۔ اور صفوں میں بھی ان کی صف سب سے آخر میں ہو ، کہ سب سے آخر میں آکر سب سے پہلے چلی جائیں ، اس طرح مردوں اور عورتوں کی نگاہوں کے تصادم کی نوبت ہی نہ آئے ۔ اور بعض فقہاء و ائمہ نے تو جماعت میں مرد و زن کے محاذات کو مفسد نماز قرار دیا ۔ غرض طرح طرح کی رکاوٹیں اس معاملہ میں بھی ملحوظ رکھی گئیں ۔

ایک صحابیہؓ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضورؐ نے فرمایا گھر کی کوٹھڑی میں تمہارا نماز ادا کرنا اُس نماز سے افضل ہے جو تم گھر کے دالان میں پڑھو ۔ اور گھر کے برآمدہ میں نماز اُس نماز سے افضل ہے جو تو گھر کے صحن میں ادا کرے ۔ اور گھر کے صحن میں جو نماز پڑھے وہ مسجد کی نماز سے افضل ہے ۔ اور

گھر کی اس نماز کی یہ افضلیت اس مسجد کی نماز پر دی گئی جہاں کی ایک نماز دیگر مساجد کی نماز پر ہزار گنا فضیلت رکھتی ہے۔ اور جس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء میں نماز کہ دنیا و آخرت کی ساری دولتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں اور وہ اس عہدِ سعادت میں جب کہ عفت و تقویٰ کا چار سو دور دورہ تھا۔ اور تسلیم و انقیاد کی کیفیت خود عورتوں میں بھی ایسی تھی کہ آیت حجاب کے نازل ہوتے ہی جس خاتون نے راہ چلتے ہوئے اعلان حجاب سنا، اس کے وہیں قدم تھم گئے۔ جو جہاں تھیں وہیں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں اور دوسرا قدم تب اٹھایا کہ اپنے آپ کو چادروں میں چھپا لیا تھا۔ مسجد جانے کے ضمن میں اجازت بھی دی گئی تو ایک حدیث میں اسے رات کی تاریکی سے مقید کر دیا گیا کہ جانا بھی چاہیں تو تاریکی شب میں جانا بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں فرمایا کہ جب مسجد جانے کا قصد کرے تو خوشبو نہ لگائے بلکہ ممانعت بھی وارد ہوئی کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ نمازِ عشاء میں شرکت نہ کرے۔ خوشبو کے علاوہ ایسا بناؤ سنگھار بھی منع ہے جو مسجد میں نمازیوں کے لئے فتنہ سامانی کا باعث بن جائے۔ فرمایا: ولیخرجن تفلات۔ مسجد جانے کیلئے میلی کچیلی ہو کر نکلیں یعنی بناؤ سنگھار اور میک اپ کر کے نہ نکلیں پھر خوشبو کی یہ ممانعت مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جہاں بھی گھر سے باہر نکلے ایسی کوئی خوشبو لگانے سے احتراز کرے جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ بنے، ایسی عورت کو جو خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرتی ہے زانیہ کہا گیا فھی کذا وکذا۔

باہر نکلنے کے دوران یہ قید بھی لگائی گئی: ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ لمبی چادریں اپنے سینوں پر ڈھانک دیں۔ عورت اگر بجنے والا زیور پہنے ہوئے ہے تو چلتے ہوئے اسے بجا بجا کر نہ چلے کہ لوگوں کو مخفی زیور کا علم ہو سکے یا اس کے بجنے کی آواز سے لوگوں کو اس طرف رغبت ہو۔ ولا یضربن بارجلھن۔ الآیۃ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو اجنبیوں پر سلام کرنا نہیں نہ اس پر اجنبی مردوں کے سلام کا جواب دینا ہے۔ تمدن و تہذیب کے نام سے عورتوں کو کلبوں اور مخلوط مجالس میں کھینچ کھینچ کر لانے والوں کو اس میں سبق ہے کہ حضورؐ نے عورتوں کو حمام میں جانے سے روکا کہ وہ مرد و زن کے اختلاط کے مقامات میں سے ہے۔ اور ایسی تمدنی معاشرت اور سہولت صاحب شریعتؐ کو گوارا نہ تھی۔ عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا۔

اسی طرح عورت کی ایسے مناصب اور اسامیوں پر تقرری ممنوع کر دی گئی جن میں مردوں سے اختلاط اور رو برو ہونا یا خلوت کے مواقع کی فراہمی ناگزیر ہے۔ حکومت و ریاست، ولایت عامہ قضاء اور عدالتوں کے کاموں سے انہیں روک دیا گیا۔ یہ تحدیدات صرف تمدنی، معاشرتی، عملی اور علمی حد تک نہ تھیں بلکہ خیالات اور تصورات تک میں حیا و عفت کی نگہداشت کی گئی۔ مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کو کسی نے ناجائز اور کسی نے مکروہ تنزیہی بھی کہا کہ کہیں خیالات کا سلسلہ وضوء سے گناہ تک نہ پہنچ جائے اور جو عمل تطہیر ذنوب و آثام کا ذریعہ تھا موجب آثام نہ بننے پائے۔ جنازہ میں امام عورت کے سینہ سے قدرے ہٹ کر کھڑا ہوگا کہ اس پر ڈولی اور پردہ ہی کیوں نہ ہو کہ تصور

محاسن مراۃ کیطرف منتقل نہ ہونے پائے، امام جماعت مقتدیوں کے اقتداء کی نیت کرے گا۔ مگر خاص طور پر عورتوں کی نیت نہیں کریگا۔ اسی طرح سلام پھیرتے وقت عورتوں کی نیت نہیں کی جائے گی۔ کہ آغاز یا انجام نماز تصورات بد کا ذریعہ اور ناجائز حظ نفس کا موجب نہ بن جائے۔

آج کہا جارہا ہے کہ عورتوں کا گھر میں بند رہنا گویا کہ انہیں قفس میں قید رکھنا ہے۔ اور یہ حبس بیجا "مساواتی دور" میں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس طرح گھروں میں بیٹھے رہنے سے عورتوں کی صحت خراب ہوتی رہتی ہے۔ حالانکہ عورت کا اپنی مرضی اور طبعی و فطری تقاضوں سے گھروں میں بیٹھنا، جبکہ وہ دینی و دنیوی ضروریات کے لئے شرائط اور قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے نمائش زینت اور ذریعہ فحش بننے سے محترز رہتے ہوئے گھر سے باہر آجا سکتی ہے اور گھر کی چاردیواری اس کے لئے ہزارہا ہزار خطرات اور مصائب سے تحفظ کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ ہرگز قید یا اذیت نہیں بلکہ عین راحت اور نعمت ہے۔ اگر گھر میں اپنی خوشی سے بیٹھے رہنا قید ہے تو پھر تو مردوں کا بھی زیادہ تر وقت گھروں میں رہتا ہے۔ انہیں بھی جبراً نکال دیا جائے۔ پھر بلاضرورت آوارہ گردی کرنا تو مردوں کیلئے بھی معیوب ہے۔ تو اصل معاملہ خلقی اور جبلی تقاضوں کی وجہ سے تقسیم کار ہے۔ مرد باہر نکلتا ہے تو عورت اور اس کے بچوں کی خاطر ہزاروں پریشانیوں اور مصیبتوں کا بوجھ اٹھاتے ہوئے ہے، ورکشاپوں میں فیکٹریوں اور کانوں میں پسینہ سے شرابور اپنا خون جلا رہا ہے۔ کہیں مزدوری اور کاشتکاری میں مقید و محصور ہے، کہیں دفتر کے ایک چھوٹے سے کونے میں صبح سے شام تک ساری زندگی ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح عورت کے ذمہ امور خانہ داری کا انجام دہی بچوں کی تربیت و حفاظت، گھر کی نگہداشت کرنا ہے، وہ گھر کی اسیر نہیں رونق خانہ اور نور منزل ہے نئی تہذیب ظلم اور قید کے نام پر بظاہر جذبات ترحم ابھار کر اسے باہر کی ناقابل برداشت ذمہ داریوں اور صعوبتوں کی خاردار زندگی میں کھینچ کر اپنی فطری ذمہ داریوں کو اس کے سر منڈھنا چاہتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ گلیوں، کوچوں میں بازاروں اور فیکٹریوں میں اپنے لئے ذریعہ تعیش پیدا کیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو قید کا یہ استدلال اور دوسری طرف اسی سانس میں کہہ دیا جاتا ہے کہ پاکستان کی زیادہ تر آبادی دیہات میں عورت پردے کی پابند نہیں اور اپنے خود ساختہ استدلال کی نفی کردی جاتی ہے۔

اگر آرام و راحت اور جان و آبرو کے ایک گوشہ راحت میں زندگی بسر کرنا قید ہے تو شہروں کے ان لاکھوں کروڑوں عوام کی زندگی کیا ہے جو ہزاروں مسائل کی چکی میں پستے ہوئے ایک ہی شہر میں حیات مستعار ختم کر دیتے ہیں۔ ہر قسم کی آسائشوں سے محروم پانی کی قلت، خوراک کا فقدان، اور اب شہری فضاؤں کی آلودگی کی وجہ سے ہوا جیسی عام نعمت کو بھی ترسنے لگے ہیں۔ اگر یہ سب قید ہے اور قید سے بھی بدتر تو پھر تو ساری شہری آبادی کو جنگلوں کی طرف دھکیل دیا جائے کہ وہ آزاد فضاؤں اور جنگلوں میں آزاد ہو کر گھومتی پھرے۔ اور اگر یہ سب کچھ قید و حبس نہیں

تو عورتوں کو اپنی اختیار و رغبت اور فطرت کی بنا پر گھروں میں رہنا بھی قید نہیں۔

پھر عورتوں کی خرابیٔ صحت کا رونا رویا جاتا ہے۔ حالانکہ ہمارے ملک میں خرابیٔ صحت کی شرح میں اضافہ کے اسباب وہی ہیں جو صرف عورتوں کے نہیں مردوں، بڑوں بوڑھوں اور بچوں سب کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں ۔ ضروریاتِ زندگی سے اکثریت استحصالی ہتھکنڈوں کی وجہ سے محروم رہتی ہے۔ کوئی غذا خالص نہیں ملتی نہ سر چھپانے کے لئے موزوں مکان، نہ سرد و گرم سے بچنے کے لئے مناسب لباس۔ پانی اور ہوا تک جب خالص میسر نہ ہو سکے تو صحت کی شرح کیسے بہتر ہو سکتی ہے۔ چاہیئے یہ کہ حفظانِ صحت کے اصل اسباب تلاش کئے جائیں، اور لوٹ کھسوٹ سے اس کاروبار میں کمی کی جائے جس کی وجہ سے عوام مصائب اور فاقہ کشی کی دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔ طبی سہولتوں بالخصوص عورتوں کے علاج معالجہ کیطرف توجہ کی جائے۔ اگر عورتوں کا گھروں میں بیٹھنا بربادیٔ صحت کا ذریعہ ہے۔ تو آئیے ان مخلوط اور بے حیا اور بے حجاب ملکوں کا حال بھی دیکھتے چلیں جہاں عورت اتنی آزاد ہے کہ ہفتوں اسے گھر کی دہلیز دیکھنا نصیب نہیں ہوتی۔ وہاں جب عورت باہر قدم رکھتی ہے تو ہزاروں پریشانیوں اور خطرات سے جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں اور الجھنوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ یورپ کے آئے دن کے ہزاروں نوع بنوع جنسی، اعصابی، نفسیاتی اور ذہنی و دماغی امراض اور اموات کی شرح میں اضافہ کی رپورٹیں پڑھیئے۔ تفریح گاہوں اور کلبوں کی زندگی نے یورپی اقوام کی صحت کو سرطان لگا دیا ہے۔ ایسے جنسی امراض کا دور دورہ ہے جس کا نام و نشان بھی اس سے پہلے نہ تھا۔ ہزاروں، لاکھوں عورتیں اسقاطِ حمل اور متعلقاتِ حمل کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ فیکٹری اور دفتروں کی ملازمت نے اسکی صحت گرا دی ہے۔ وہ بچوں کی پرورش کے قابل نہیں رہی وہ والدین اور شوہر کی خدمت نہیں کر سکتی، اس پر ہسٹیریا کے دورے پڑتے ہیں، وہ ذہنی خلفشار میں مبتلا ہوتی جا رہی ہے۔

—— پھر عورت کا گھر سے یہ بے تحاشا خروج صرف اس کی صحت کی تباہی کا موجب نہیں بنتا۔ بلکہ پورے معاشرہ کے سقم اور بیماری کا ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ وہ جدھر سے گذرتی ہے بے شمار نگاہوں کا نشانہ بنتی ہے، ایک مرد راستہ میں چلتے ہوئے ایک سے ایک جاذبِ نظر چہرہ دیکھتا ہے۔ اسے دفتر میں کارخانوں میں بے حجابانہ اختلاط اور بات چیت کے مواقع ملتے ہیں، اور یہ نظر بازی اس کے اپنے گھریلو نظام کو ہلا دیتی ہے۔ ذہنی انتشار، فاسد خیالات کا ہیجان جنسی اور جذباتی تلاطم، محبت و عشق کی آفتیں۔ الغرض یہ سب کچھ اس کے ذہنی اختلال، قلبی پریشانی اور اعصاب کے کھچاؤ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ پھر دل کی بیماری جنسی اور اخلاقی بیماریں ضعفِ بصارت دماغی عدم توازن، بلڈ پریشر اور اعصابی امراض کی شرح کا کسی پردہ دار معاشرہ سے موازنہ کر کے خود فیصلہ کر لیجئے۔

پھر کہا جاتا ہے کہ عورت کو تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور اقتصادی حالات یا گھرانہ تعلیم کے متحمل نہیں مگر دیکھنا یہ ہے

کہ وہ کونسی تعلیم تھی جسے عورت کیلئے بھی ضروری قرار دیا گیا تھا۔ عورت کے لئے اسلام کا تصور تعلیم قطعی وہ نہیں جو یورپ کی پیداوار ہے۔ وہ اس سے دفتر، کارخانہ اور فیکٹریوں کے فرائض نہیں وابستہ کرتا کہ اس کے لئے وہ عورت کو کلرک، انجینئر یا مزدور بنائے۔ اسلام کی تعلیم عورت کو ایک باسلیقہ وفا شعار، مہذب، اور باحیاء ذات بنانے کے لئے ہے۔ وہ اُس تعلیم کو اہمیت دیتا ہے جو عورت کو خدا و رسول شوہر اور خاندان کے حقوق اولاد کے حسن تربیت سے باخبر کردے اور اسکی گود بچوں کی اوّلین تربیت گاہ ثابت ہوسکے۔ اس تعلیم کے لئے یہ ہرگز لازم نہیں کہ وہ مخلوط درسگاہوں اور بے حجابانہ ہاسٹلوں میں گوہر حیاء کی نیلامی کرتی پھرے۔

الغرض وہ تعلیم جو بے پردگی کا باعث ہو، شریعت اور اسلام اُس کا حکم نہیں دیتا۔ بے پردگی اگر اخلاق و معاشرت، صحت جسمانی و روحانی اور حسن سیرت، کیلئے تباہ کن ہے تو جس تعلیم کے ذریعہ بے پردگی پھیلے گی شریعت ہرگز اُس کی روادار نہ ہوگی، پھر تعلیم نسواں کی تاریخ دیکھئے، جب ظہور اسلام کے بعد حجاب اور عفت و عصمت کا دور دورہ ہوا اور عورت پردہ نشین ہوگئی تو اسلامی تاریخ میں تعلیم دین اور علوم و فنون سے آراستہ وہ خواتین نکلیں جن کے علوم سے، خانہ نشینی کے باوجود ایک دنیا مستفید ہوتی رہی۔ پس اگر مفاسد اور موجبات فحشاء کے بغیر شرعی حدود پردہ میں رہ کر مسلمان خواتین علم و فضل میں ایک نمونہ پیش کرسکتی ہیں۔ تو مغرب کے بے حیاء عہد جاہلیت میں جو عورتیں باہر نکل بھی آئیں تو اسلامی علوم و فنون اور تعلیم اخلاق و تربیت معاشرہ میں کوئی ایک نمونہ اس عہد جاہلیت نے پیش کیا علم حیاء سے حاصل ہوتا ہے۔ بے پردگی سے جب آنکھوں کا پانی اتر گیا تو علم حقیقی اور علمی ذہنیت بھی فنا ہوگئی، نئے دور کے علم نے مردوں کو کیا دیا سوائے چند انگریزی نظام کے پرزوں کے ہم اس تعلیم جدید کے لئے خواتین کی عظمت و حرمت بھی قربان کردیں۔

الغرض پردہ کا حکم نہ فرسودہ روایات (معاذ اللہ) میں سے ہے نہ کسی رسم ورواج کی پیداوار، اسلام عصمت و عفت کا محافظ ہے۔ وہ فحشاء اور منکرات کا ہرگز روادار نہیں جہاں بھی فحشاء اور فواحش کے احتمالات زیادہ ہوں گے۔ پردہ کے احکام میں اتنی ہی شدت پیدا ہوگی۔ اور جہاں فحشاء کا احتمال نہ ہوگا عصمت و عفت کے پہرے سخت ہوں گے۔ وہاں اس میں نرمی اور وسعت پیدا ہوگی پس جو لوگ مصلح اور ماڈرن ریفارمر بننے کے شوق میں اسلام کے ایک مضبوط نظام کو نشانہ بنانا چاہیں وہ ایسی "اصلاحات" کا انجام یورپی اقوام میں دیکھ لیں کہ وہ بے پردگی اور فحاشی کے ہاتھوں کس قعر مذلت میں پہنچ چکا ہے ـــــ پھر انہیں عالم اسلام کے اس قسم کے نام نہاد مصلحین سے سبق لینا چاہئے جنہوں نے ترکی وغیرہ میں تقلید یہود و نصاریٰ کی خاطر اسلام کے ایک مستحکم نظام کو متزلزل کرنا چاہا، اور ان کا یہ اقدام ایک طرف قوم کی معاشرتی، اخلاقی قدروں کی بربادی اور دوسری طرف "مصلحین" ابدی ذلت اور مسلمانوں کے قلوب کی نفرت و ملامت کے مستحق بنے۔